عصر حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت واہمیت

Significance and Importance of Interfaith Harmony in the contemporary world

ڈاکٹر نور حیات خان*

ABSTRACT

The enmity and differences among nations have risen along with the increasing distances among people. Therefore, the need of hour is to develop the spirit of harmony and understanding among the followers of revealed religions. The Messengers and Prophets were designated by Allah to promote and promulgate, justice, tolerance, love and harmony among His creations. Islam is a religion based on characteristics of peace, love, respect, tolerance, dignity and denial of extremism, which are in the contemporary world ideal for interaction among nations.

Islam teaches to respect all the religions and prophets to maintain and sustain the peace and harmony. The advanced technology of modern world and inventions demand intense responsibility to maintain and enhance the better human relations in Political, Social, Economic, Religious, and Cultural spheres of life.

The present article envisions all those dimensions, which are essential for interfaith harmony.

Keywords: Interfaith; Religious harmony; Universal Unity; Monism; Freedom of Faith; Universal Ethics; Cultural spheres.

ہم آہنگی کا مفہوم

ہم آہنگی میں کلمہ "ہم" (ضمیر جمع متکلم کا صیغہ ہے) سے مراد میں اور میرے ساتھی ہیں(۱) یہ حرف عطف ہے اور بطور سابقہ معنیٰ ہیں: شریک، ساتھی، شامل، ہم پایہ، ہم پلہ، رتبے میں ایک دوسرے کے برابر وغیرہ(۲)۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اور ” آہنگی“ موزونیت، ہم وزن، ہم رتبہ، ہم پلہ اور برابری وغیرہ کے معنی میں مستعمل ہو گا جیسا کہ سید احمد دہلوی رقمطراز ہے:

”ہم آہنگ۔ صفت۔ ہم قول، شریک الرائے، سُر یاراگ میں شریک، ہمسفر، ساتھی ہونا وغیرہ“(۳)

عربی میں اس کے لیے قریب قریب یہ الفاظ استعمال ہونگے:

”موافق، متفق، مساوی، مقارب، متحد وغیرہ۔ اردو میں ہم آہنگ ہونا، فارسی میں آہنگ شدن

جبکہ انگریزی میں Coordinate, Harmonize: come into agreement,

Harmonious: concordant اور near

وغیرہ کے الفاظ استعمال ہونگے(۴)۔

پس لغوی اعتبار سے ”ہم آہنگ“ سے مراد ہے دو یا دو سے زیادہ اشیاء یا افراد کو باہم مربوط، متحد، موافق اور باہم دیگر ملانا اور یکجا کرنا(۵)۔ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے عربی میں موزون اور قریب قریب یہ کلمات استعمال ہونگے: (اتحاد، السویة، السواء، اتفاق، القرب والتقریب) ۔(۶)

اگر ہم آہنگی کے لیے لفظ ”اتحاد“ استعمال ہو تو معنی یہ ہونگے:

(اتحدالشیء بالشیء ،اتحد القوم اتحد الشیئان أوالأشیاء :ای صارت شیئاً واحدا)(۷)

ایک شے دوسری شے سے متحد ہو گئی، قوم متحد ہو گئی، دو اشیاء یا زیادہ اشیاء متحد ہو گئیں یعنی گھل مل کر ایک ہو گئیں۔

اس معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ ان میں سے ہر چیز کی علیٰحدہ حیثیت ختم ہو گئی۔

السویۃ والسواء: اگر ہم آہنگی کے لئے یہ لفظ استعمال ہو تو یہ معنی ہوں گے :برابری اور عدل۔کہتے ہیں،السویة والسواء:ای العدل والنصف (۸) یعنی عدل اور نصف (کسی چیز کو دوبرابر حصوں میں تقسیم کرنا)اس معنی ومفہوم میں اللہ کا یہ قول مستعمل ہے۔﴿تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم﴾ (۹)ایک کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یعنی عدل پر مبنی ہے اور ہمارے لیے باہم برابر ہے۔

جیسا کہ معجم الوسیط میں ہے۔

:السواء:ای المثل والنظیر(۱۰) یعنی برابر وہم مثل جو Equal،Assimilateاور Alike کے معنی دیں گے۔(۱۱)

کہتے ہیں:ساوی الرجل قرنه وتساوی فی کذا (۱۲)فلان اپنے دوست کے برابر ہوا یعنی ہم مثل ہے وهذان سیان وهم اسواء (۱۳) یعنی یہ دونوں برابر اور وہ ملتے جلتے ہیں اور ہم آہنگ (Accordance)ہیں(۱۴)۔

اگر ہم آہنگی کے لیے لفظ"اتفاق" استعمال ہو تو یہ معنی ہونگے:اتفق الإثنان،ای تقاربا واتحدا وتوافقوا فی الأمر:ای تقاربوا (۱۵)۔دو متفق ہوگئے یعنی ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور اسی طرح وہ متحد ہوگئے۔انہوں نے اس معاملے میں اتفاق کر لیا یعنی قریب ہوگئے۔

اگر ہم آہنگی کے لیےالقرب والتقریب والتقارب کے الفاظ مستعمل ہوں تو معنی القرب:نقیض البعد والتقریب:ای التدنی إلی شییء (۱۶) کے ہونگے۔:قریب بعید کی ضد اور تقریب کسی چیز کی قربت کے معنی میں ہے اور تقارب تباعد کی ضد ہے۔کہتے ہیں:قارب فلان فی الامر:اذا ترك الغلو وقصدالسداد۔وفی الحدیث ((قاربوا وسددوا)) (۱۷) ای إقتصدوا فی الأمور کلها واترکوا الغلو فیها والتقصیر(۱۸)۔

وہ فلاں معاملے میں قریب ہو یعنی غلو اور شدت کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، قریب ہو جاؤ اور غلو وشدت پسندی کو چھوڑ دو۔ یعنی تمام معاملات میں میانہ روی اختیار کرو اور کمی بیشی چھوڑ دو۔

منجد میں کچھ اضافے کے ساتھ اس طرح بیان ہوا ہے :قارب فی الأمر:ترك الغلو وقصد السداد والصدق(۱۹)۔وہ اس معاملے مس قریب ہو یعنی غلو چھوڑ کر میانہ روی اور سچائی اختیار کی۔

اس وسطیت کو ابن منظور نے یوں بیان کیا ہے "تقارب الشيئان: تدانيا،دين مقارب: وسط بين الجيد والردى" (۲۰)۔ دو چیزیں قریب ہوئی یعنی نزدیکیت اختیار کی۔ اور دین مقارب سے مراد دین وسط ہے جو دو انتہاؤں کے درمیان ہو۔

پس ہم آہنگی کا مطلب یہ ہوا کہ دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو ہم مشرب، ہم رکاب، ہم سفر، ہم سفیر بنانا، اعتدال اور برابری کی سطح پر لانا، قریب لانا، توافق پیدا کرنا اور میانہ روی کی روش پر ڈالنا اور انصاف پر قائم رکھنا۔

اور المذاہب سے مراد ادیان سماوی ہیں جس کی اساس اور بنیاد وحی الٰہی پر مبنی ہے بالفاظ دیگر یہ ادیان والہامی مذاہب اپنے مبدا اور مصدر کے لحاظ سے متحد ویکجا اور ہم آہنگ ہیں۔ ان کی شریعتیں اور انبیاء قوموں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے بھیجی گئی تھیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قداَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهم الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ (۲۱)

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

اسی سورت میں اسی آیت کے بعد حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ اور اشارتاً دوسرے انبیاء کی بعثت اور ان کو کتابیں دیے جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان جیسی بہت سی آیات قرآنی سے اور خود تورات وانجیل اور

دوسری کتب سماوی سے یہ بات ثابت ہے کہ ادیان سماوی کامبدأ ومصدر ایک ہی ہے جو وحی الٰہی ہے اور جس کے نازل کرنے والے ایک ہی الٰہ ورب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

پس بین المذاہب ہم آہنگی کا مطلب یہ ہوا کہ یہ الہامی مذاہب اپنے منبع ومصدر کے لحاظ سے ایک ہیں۔ ہم آہنگ وہم مثل ہیں۔ ان میں توافق پایا جاتا ہے۔ یہ برابری، عادلانہ اور منصفانہ قوانین پر مبنی ہیں اور غلو وشدت پسندی کے خلاف ہیں، میانہ روی کا تقاضا کرتے ہیں، ان کے اصول واہداف یکساں اور متحد ہیں اور ایک ہی چشمے سے پھوٹے (نکلے) ہیں جیسا کہ حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی (اصحمہ کے استفسار کے بعد تقریر کے دوران سورت مریم کی تلاوت کی تو نجاشی ابھی خاموش ہی تھا کہ اس کے درباریوں کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکل گئے: بخدا مسیحؑ کا کلام اور ان کلمات کا مصدر ایک ہی ہے اور نجاشی نے کہا "بے شک! موسیٰؑ اور آپ کے صاحب ﷺ ہر دو کی وحی ایک ہی مشکوٰۃ نور سے روشن ہوتی ہے"(۲۲)۔

جبکہ قرآن میں جگہ جگہ اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ تمام انبیاء کی شریعتیں متحد المصدر رہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَاوَصّٰى بِه نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْکَ وَمَا وَصَّيْنَا بِه اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾(۲۳)۔

"اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جسے (اے محمد ﷺ اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جائو"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عقائد سماوی جو انبیاءؑ پر نازل کئے گئے تھے ایک ہی تھے جیسا کہ شریعتوں کے مبادی عامہ اور اصول اخلاق ایک ہی تھے پس جو کچھ موسیٰؑ لیکر آئے تھے وہی عیسیٰؑ اور محمد ﷺ لے کر آئے تھے۔ لہٰذا تمام انبیاءؑ عقائد اور عام تعامل (معاملات) کی اساسیات میں متحد ومشترک ہیں اگرچہ بعض تشریعات اور تفصیلی جزئیات کے اصول میں اختلاف تھا تا کہ حالات وزمانے کے اصول کے اعتبار سے مناسب وموزون ہوں۔

تمام انبیاءؑ اور رسول خاص اہداف کے ساتھ تشریف لائے تھے جو درج ذیل ہیں:

۱۔اثبات وحدانية الله ووصفه بكل كمال يليق بذاته وتنزيه عن تصورات من النقائص والمعايب۔ (اثبات توحید وصفات جو اللہ کے لائق ہے اور ہر عیب و نقص سے پاک کرنا)

۲۔اثبات البعث والحساب وكل مراحل مابعد الموت۔

(زندگی بعد موت کے تمام مراحل اور حساب وعذاب کا اثبات)

۳۔وضع مبادیء الاخلاقية السليمة التى تنظم علاقة المخلوقين بعضهم لبعض(۲۴)۔

اور اخلاق سلیمہ کے مبادی وضع کرنا تاکہ مخلوق کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کو منظم کیا جائے۔

ان حقائق کی طرف قرآن کریم کے بے شمار آیات میں اشارہ کیا گیا ہے مثلاً سورۃ الشوریٰ کی سابقہ آیت کے تحت امام الصاوی جلالین کی شرح میں لکھتے ہیں:

"ان انبیاءؑ کا اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ اولوالعزم اور بزرگ انبیاء ہیں ،عظیم شریعتوں کے رہبر اور ہر ایک ان میں شریعت جدیدہ کے مالک ہیں جبکہ باقی انبیاء ورسل سابقہ شریعتوں کی تبلیغ پر مامور تھے اور یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ خیر الرسل حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا جس نے سابقہ تمام شریعتوں کے اصول اعتقادات اور اصول الاحکام کو جمع فرمایا"(۲۵) ۔

ان مبادی اصولیہ کے متفق ہونے کی اہمیت کا اندازہ اس آیت سے لگالیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو ان پر ایمان لانے کی تاکید فرمائی ہے۔ارشاد ہے:

﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (۲۶)

اے نبی ﷺ ، کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں ،اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے ،ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیمؑ اسماعیلؑ ،اسحاقؑ ،یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ پر نازل ہوئی تھیں اور ان ہدایات پر

بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم تابع فرمان مسلم ہیں۔

یعنی اس بات کا اقرار اور اس پر ایمان کہ یہ کتب سماویہ منزل من اللہ تھیں اور اللہ کے چنیدہ اور بزرگ انبیاء اس کو لے کر آئے تھے اور ہم ہر گز ان کے درمیان فرق نہیں کرتے، اس اقرار کا نام "اسلام" اور اس کے اقرار کرنے والے کو "مسلم" کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تمام ادیان سماوی متحد و مربوط ہیں اور باہم دیگر ہم آہنگ بھی۔

لیکن موجودہ دور اور شکل میں ادیان سماویہ کو یکجا و متحد تو نہیں کیا جاسکتا (کیونکہ یہودیت ونصرانیت ہر دوالہامی مذاہب ان بنیادی اصولوں سے منحرف ہوگئے ہیں) تاہم ان کو قریب ضرور کیا جاسکتا ہے اور رواداری ،احترام بین الادیان تحمل اور تقارب وتفاہم کے لیے ماحول کو سازگار بنایا جاسکتا ہے ۔لہٰذا اس مقالے میں "بین المذاہب ہم آہنگی" سے ہماری مراد تقارب، تفاہم اور بین المذاہب رواداری ہے جو مناسب وموزون بھی ہے۔

پس تقارب سے مراد یہ ہوگا کہ غلو وشدت کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کی جائے اور رواداری کو فروغ دیکر احترام انسانیت وادیان کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کے لیے قطعاً منافقت اور دورنگی کی ضرورت نہیں کہ ہر غلط ومتضاد قسم کے خیالات وافکار اور عقائد کو درست قرار دیا جائے۔ اس کی وجہ جو بھی ہو۔ حالانکہ یہ عین نفاق ہے۔

بلکہ رواداری کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں کے عقائد وافکار ہمارے نزدیک غلط ہیں ان کو ہم برداشت کریں۔ ان کے جذبات کا لحاظ کر کے ان پر ایسی نکتہ چینی نہ کریں جو ان کو رنج پہنچانے والی ہو(۲۷)۔

لہٰذا ایک شخص اپنی جگہ جو دین وعقیدہ صحیح سمجھ رہا ہو اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت بھی دے لیکن کسی کو جبراً اپنے خیالات اور عقیدے پر مجبور کرنا، ان کو گالی دینا اور

برا بھلا کہنا درست نہیں اور نہ اس طرز عمل سے کسی کے خیالات اور عقیدے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے اور نہ بزور ایسا ممکن ہے۔ خاص کر اسلام اس چیز اور طرز عمل کی اجازت نہیں دیتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَآاِکْرَاه فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ﴾ (۲۸)

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

﴿ وَلَا تَسُبُّواالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهُ فَیَسُبُّوااللّٰه عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾(۲۹)

اے مسلمانو! یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

اگرچہ اہل کتاب کی بغض وعداوت کی باتیں ظاہر ہو چکی ہیں (۳۰) اور یہ آج سے نہیں من لدن نبی حضرت محمد ﷺ کی دور ہی سے ہو رہا ہے، تاہم اس کے باوجود مسلمانوں کو رواداری، تحمل، برداشت، صبر واستقلال اور حسن اخلاق کی تعلیم و تلقین ہے۔ اسلئے کہ قائد ملت اسلامیہ حضرت محمد ﷺ کے اخلاق و سیرت ہمارے لیے نمونہ ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ (۳۱)۔ اور بے شک تم اخلاق کے بڑے رتبے پر ہو۔

﴿لَقَدْکَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَة حَسَنَة﴾ (۳۲)۔ اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

اور آپ ﷺ نے اچھے اخلاق سے مزین ہونے کی تلقین کی ہے فرمایا: تم میں سے حسین ترین شخصیت کا مالک وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں (۳۳)۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی چمک دمک اور نیرنگی اس کے اختلاف اشیاء میں مضمر ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز آج تک یہ نہیں لیا گیا کہ بعض اشیاء کو مٹا کر ایک کو باقی رہنے دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو دنیا کی ساری رعنائیاں یکسر معدوم ہو جائیں گی بلکہ یہ ساری خوبصورتی اور جمال تو اس کی مرہون منت ہے۔

دنیائے کائنات میں اختلاف ناگزیر ہے اور مطلوب بھی کیونکہ ''تعرف الأشياء بأضدادها'' (۳۴) کا تقاضا ہے تاہم یہ اختلاف اس حد تک بڑھنے نہ پائے کہ ایک دوسرے کو معدوم کرنے پر تل جائے بلکہ اختلاف کے باوجود کارخانہ قدرت کو پیہم رواں دواں رہنا چاہیے لیکن حق حق ہے اور باطل باطل۔ کیونکہ حق ایک ایسی اکائی ہے جس کا تجزیہ (تقسیم) نہیں ہو سکتا۔ حق نہ ہو گا تو لازماً باطل ہو گا اور حق اور باطل دونوں میں اختلاط وامتزاج اور بقائے باہم محال ہے حکم اللہ کا چلے گا یا جاہلیت کا۔ اللہ کی شریعت کا سکہ رواں ہو گا یا پھر ہواء نفس کی عملداری ہو گی (۳۵)۔

بہر حال جہاں حق ملے، معلوم ہو جائے اس کی طرف رجوع کرنا لازم ہے اگرچہ دوسروں کو اس پر مجبور کرنا منشائے الٰہی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ (۳۶)

''پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مؤمن ہو جائیں''۔

عصر حاضر میں ہم آہنگی کیلئے چند بنیادی قدامات کی ضرورت

عصر حاضر میں امن وآشتی کی اس عالمی قریے (Global village) میں اشد ضرورت محسوس کی جارہی ہے اتنی کہ شائد کبھی خیال میں بھی نہ گزرا ہو کیونکہ دور جدید کی اس دنیا میں مہلک ترین ایٹمی ہتھیاروں کی کوئی کمی نہیں اور ذراسی بے احتیاطی سے یہ عالمی قریہ ایک اور تباہ کن جنگ کا پیش خیمہ بن سکتی ہے جو اسے آناً فاناً بھسم کر دے۔ اس ہولناک تباہی سے بچنے کے لیے اور انسانی زندگی کی بقا کے لیے بین المذاہب ہم آہنگی اور افہام و تفہیم از بس ضروری ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی جو دنیائے عالم کے امن وسلامتی کے لیے ایک اہم وسیلہ بن سکتا ہے، اس کے لئے ہمیں چند ایک اقدامات کرنے ہونگے:

انسانیت کی خیر خواہی: نہ صرف الہامی مذاہب بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والے بھی انسانیت کے لیے بھلائی اور خیر خواہی پر زور دیتے ہیں، اس کے لئے بنیادی اخلاقیات اپنانے اور اس سے پیش آنے کے سب آرزومند ہیں۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُالنَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ))(۳۷) لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جوانسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔

دنیائے انسانیت کے فوز وفلاح کے ضامن اور امن عالم کے علمبردار انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اس خاص صفت سے متصف کرکے مبعوث فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَعَلْنَاهمْ اَئِمَّة يهدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ ﴾ (۳۸)۔

اور ہم نے ان کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی ہدایت کی۔

گویا انبیاءؑ کی تبلیغ کا بنیادی نقطہ اور مقصد ایسے پاکیزہ عالمی معاشرے کی تشکیل ہے جو خیر وفلاح کے جذبوں سے عبارت ہو، جس میں بدی اور تخریب کاری کا کہیں شائبہ نہ ہو اور انسانیت کی فوز وفلاح اور پاکیزہ نشوونما کے راستے سنورتے ہوں(۳۹)۔

انسانیت کی سب سے بڑی خیر خواہی اس کے لئے ابدی سعادت مندی کی تلاش ہے اور اسلام پوری انسانیت کا بہی خواہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحة))(۴۰) دین خیر خواہی ہے، یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرایا ہے۔

اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو تمام انسانیت کے لیے بہی خواہی کا داعی بنا کر بھیجا ہے، فرمایا: ﴿ یااَیُّھاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلِ اللّٰه اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ (۴۱)۔

اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سب انسانوں کی طرف اس لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ سب اس سے بلا کسی تفریق کے مستفید ہو سکیں کیونکہ آپ ﷺ سب کے لیے رحمۃ العالمین ہے ،فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (۴۲) اے نبی ﷺ! ہم نے تو تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

یہ وہ خیر خواہی ہے جو دنیا و آخرت کی سعادت مندی کی زندگی عطا کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً ﴾ (۴۳)۔

"اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا"۔

ڈاکٹر خالد علوی (مرحوم) اس فیاضی و خیر خواہی نبوی کے سلسلے میں رقمطراز ہے:

"آپ ﷺ کی طبعی فیاضی، انفرادی معاملات کے علاوہ ریاست کی تنظیم پر اثر اندازی تھی۔ معاشرتی فلاح اور اجتماعی بہبود کی پالیسیوں میں آپ ﷺ کی طبعی فیاضی کا بڑا دخل ہے خلق خدا کے لیے یوں تو انبیاء سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ نہیں ہوتا اور ان کی دعوت کا بنیادی پتھر ہی خیر خواہی ہے لیکن آپ ﷺ کی توجہ سے یہ خیر خواہی اسلامی ریاست کی فلاحی پالیسی کا اہم جزو قرار پائی" (۴۴)۔

اس عظیم اور بڑی کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام عالم کے لیے نذیر بنا کر بھیجا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ﴾ (۴۵)۔

نہایت متبرک ہے وہ (اللہ) جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کردینے والا ہو۔

اور آپ ﷺ پر نازل کردہ کتاب کو عالم انسانیت کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بنایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ﴾ (۴۶)۔

"اے نبی ﷺ، ہم نے سب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کر دی ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ابدی کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے اس کتاب کلید سے کسی کو محروم نہیں رکھا اور اس فرقان حمید سے استفادہ کا موقع سب کو یکساں دیدیا ہے کہ جو چاہے اس سے کسب فیض کرے اور آپ ﷺ کو اپنا رہبر اور ہدایت کا ذریعہ بنائے اور جو اس کو نہ مانے اس پر کوئی جبر واکراہ کو روا نہیں رکھا بالفاظ دیگر سب انسانوں (تمام مذاہب کے پیروکاروں) کو مکمل مذہبی آزادی نہ صرف دی ہے بلکہ ان کو اپنے مذہبی شعائر کے مطابق زندگی گزارنے اور اپنانے کی خود مختاری بھی دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ﴾ (۴۷) دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں، صحیح بات غلط خیالات سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا یہ اعتقادی اور اخلاقی و عملی نظام کسی پر زبردستی نہیں ٹھونسا جاسکتا۔ یہ ایسی چیز ہی نہیں ہے جو کسی کے سر جبراً منڈھی جاسکے (۴۸)۔ یہی فہم وسوچ تھی جس کی بناء پر خلیفہ راشد عمر فاروقؓ اپنے غلام اسبق کو جو نصرانی تھا اسلام پیش کرتے وہ انکار کرتا۔ آپ کہہ دیتے، خیر تیری مرضی، اسلام جبر سے روکتا ہے (۴۹)۔ لیکن جب آپؓ کی شہادت ہوئی تو بعد میں اپنی خوشی اور آزادی کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوا (۵۰)۔ ﴿ لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ﴾

دین کے پیغام کے واضح ہونے اور سمجھانے کے بعد کسی کو ایمان کے لیے مجبور کرنا منشائے الٰہی نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴾ (۵۱)۔

اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مؤمن و فرمان بردار ہی ہوں) تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مؤمن ہو جائیں۔

اس آیت کے تحت صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہے:

"یہاں جو کچھ کہنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ لوگو! حجت اور دلیل سے جو ہدایت وضلالت کا فرق کھول کر رکھ دینے اور راہ راست صاف صاف دکھا دینے کا حق تھا وہ تو ہمارے نبی نے پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ اب اگر تم خود راست رو بننا نہیں چاہتے اور تمہارا سیدھی راہ پر آنا صرف اسی پر موقوف ہے کہ کوئی تمہیں زبردستی راہ راست پر لائے تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ نبی کے سپرد یہ کام نہیں کیا گیا ہے۔ ایسا جبری ایمان اگر اللہ کو منظور ہوتا تو اس کے لیے اسے نبی بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی، یہ کام تو وہ خود جب چاہتا، کر سکتا تھا"

(۵۲)۔

یہ اسلامی خیر خواہی کا علم ہے کہ وہ اپنا اصلاحی پروگرام سب کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن کسی سے جبراً منوانے اور ٹھونسنے کی کوشش نہیں کرتا اور اس بات پر تاریخ عالم گواہ ہے۔

احترام عقیدہ ومذہب وبانیان مذاہب اور امن وسلامتی:

دین اسلام میں توحید الوہیت کو ہر قسم کے نفسی اور آفاقی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے تاہم جو اس کے باوجود تسلیم نہ کریں اور باطل خداؤں کا عقیدہ رکھیں، اسلام ان کے ان باطل خداؤں کو برے القاب اور گالی دینے سے باز رکھتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَاتَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰه فَيَسُبُّوا اللّٰه عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ (۵۳)

اور (اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

امام بیضاویؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہے:

"فيه دليل علىٰ ان الطاعة اذا ادت الىٰ معصية راجحة وجب تركها فانهايؤدى الى الشر شر"(۵۴)۔

یعنی آیت مذکورہ سے یہ دلیل (قاعدہ) مستنبط ہے کہ اطاعت جب معصیت واضحہ کا سبب بن رہا ہو تو اس کا ترک کرنا واجب (لازم) ہے کیونکہ جو چیز کسی شر کا سبب بن رہا ہو وہ شر ہوتا ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ کے بقول: "ہر وہ کام جو خود کرنا جائز نہیں اس کا سبب اور ذریعہ بننا بھی جائز نہیں" (۵۵)۔

گالی گلوچ اور بدزبانی اسلامی اخلاقیات کے منافی ہے۔ نبی ﷺ اس سے روکتے تھے۔ بے شمار احادیث میں اس کی شناعت اور برائی بیان ہوئی ہے لیکن ممکن تھا کہ امت کے افراد سے کہیں مناظرہ وبحث وتمحیص میں کہیں تجاوز ہو جائے تو اسلئے امت مسلمہ کو ہدایت کی گئی کہ کسی کے باطل خدا کیوں نہ ہوں ان کو گالی دینا مناسب نہیں۔ اس سے پرہیز لازم ہے۔

اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسلام بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کو انتہائی اہمیت دیتا ہے اور مختلف ادیان اور ان کے بانیان مذاہب کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری اسی صورت میں ہو گی جب مذہبی آزادی ہو اور رواداری کا مظاہرہ ہو اور بانیان مذاہب کا احترام ہو کیونکہ زور زبردستی سے کسی کے خیال وفکر اور عقیدے کو تبدیل کرنا ممکن نہیں۔ لیکن ایسا کرنے سے بجز اس کے کہ انسانوں کا خون ٹپکے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اور امن وسلامتی تباہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں داعی کو دعوت کے سلسلے میں حکمت اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے، اور اسی کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَة وَالْمَوْعِظَة الْحَسَنَة ﴾ (۵۶)۔

اے نبی ﷺ! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔

کیونکہ کوئی کسی کا ذمہ دار اور داروغہ نہیں بنایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَسْتَ عَلَیْہِمْ بِمُصَیْطِرٍ ﴾ (۵۷)۔ اے نبی ﷺ! تم ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھا وَمَااَنْتَ عَلَیْہِمْ بِوَکِیْلٍ ﴾ (۵۸)۔

جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہو گا، تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔

یہ دین اسلام کا وہ تاریخی کارنامہ ہے جس سے مذہبی انتہاپسندی کا خاتمہ ہوا ہے، مذہبی آزادی ملی اور رواداری کا اصول وضع ہوا ہے۔ اور بین الاقوامی امن وسلامتی کے لیے ناگزیر ہے کہ احترام عقیدہ ،مذہبی آزادی اور رواداری ہو۔ مذاہب اور بانیان مذاہب کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ بالفاظ دیگر عصر حاضر میں انتہاپسندانہ اور دہشت گردی کے رجحانات وعزائم کی وجہ عدم احترام مذاہب وبانیان مذاہب ہے۔

مثلاً اگر کوئی پیغمبر خدا حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کو گالی دے، ان کے حق اور شان میں گستاخی کرے تو ان کے پیروکاروں میں لامحالہ اشتعال پیدا ہوگا، کسی میں پیدا ہوگا یا نہیں لیکن ایک مسلمان اس کو برداشت نہیں کرے گا اور ماحول کشیدہ ہوگا اور خون خرابے کا باعث ہوگا کیونکہ احترام انبیاءؑ خاص کر ایک مسلمان کے عقیدے کا ایک لازمی حصہ وجزو ہے چہ جائیکہ حضرت محمد ﷺ کو کوئی گالی دے یا برے القاب سے یاد کرے یا شان میں گستاخی کرے۔

لہٰذا بین المذاہب ہم آہنگی جو امن عالم کے لیے ضروری ہے اس وقت پیدا ہوگی جب ہم دوسروں کے مذہب وعقیدہ اور راہنماؤں کی عزت واحترام کریں گے۔

اسلام امن وسلامتی کو ہر قیمت پر قائم رکھتا ہے اور اسے مقدم رکھتا ہے خواہ جنگ کے حالات کیوں نہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (۵۹)"اور اے نبی ﷺ! اگر دشمن صلح وسلامتی کی طرف مائل ہو تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو"۔

اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو فساد ناپسند ہے اور اس سے روکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَاتَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ (۶۰)۔"اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو"۔

اور فرمایا: ﴿ وَلَاتُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِها ﴾ (۶۱)۔

اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہو۔

یعنی سینکڑوں اور ہزاروں برس میں اللہ کے پیغمبروں اور نوع انسانی کے مصلحین کی کوششوں سے انسانی اخلاق اور تمدن میں جو اصلاحات ہوئی ہیں ان میں اپنے غلط کاریوں سے خرابی برپانہ کرو(٦٢) بلکہ صلح وآشتی اور امن وسلامتی کی طرف ہاتھ بڑھاؤ کیونکہ اس میں خیر و بھلائی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ (٦٣)۔اور صلح بہر حال بہتر ہے۔

بایں طور مؤمن اور مسلم امن وسلامتی کا پیغمبر ہوتا ہے اور آپ ﷺ نے مؤمن اور مسلم کی تعریف بھی یہی کی ہے۔فرماتے ہیں: ''مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان اور مال امن میں پاتے ہیں اور مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ ہوں''(٦٤)۔

چونکہ اسلام ایک دعوتی دین ہے اور دعوتی عمل صرف پرامن حالات میں انجام دیا جاسکتا ہے اور جہاں تناؤ اور ٹکراؤ کا ماحول ہو گا وہاں دعوت و تبلیغ کا کام کرنا ممکن نہیں ہوتا،اس لئے اسلام چاہتا ہے کہ ہر قیمت پر انسانوں کے درمیان امن قائم رہے حتیٰ کہ امن کے قیام کے لیے اگر اسلام کو یک طرفہ قربانی دیناپڑے تو یک طرفہ قربانی دیکرانہیں امن قائم کرناچاہئے(٦٥)۔

تاریخ گواہ ہے اور دنیاکے سامنے یہ حقیقت واضح ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ امن و صلح اور سلامتی کو اہمیت وترجیح دی ہے خواہ یہ موقع حلف الفضول (٦٦) کا ہو،یا تنصیب حجر اسود (٦٧) کا،میثاق مدینہ(٦٨) ہو یا صلح حدیبیہ(٦٩) کا،خطرناک دشمن بنو قریظہ(٧٠) کا ہو یا جانی دشمنوں کے ساتھ حالت جنگ فتح مکہ (٧١) کا،یا پھر معاہدہ اہل نجران(٧٢) کا مرحلہ ہو۔آپ ﷺ نے دیگر مذاہب اور اقوام کے ساتھ ہمیشہ رحم دلی اور محبت کارویہ رکھا اور اس کی تلقین فرمائی۔اور یقینا یہی محبت اور ہمدردی کے رویے انسانوں کی قربت اور ان کی آپس میں ہم آہنگی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں(٧٣)۔

آج کی دنیاکاالمیہ یہ ہے کہ ہم اس امن واخوت کے پروگرام سے دور ہوتے جارہے ہیں، جس مادی ترقی نے ہمیں

اس سے اخلاقی لحاظ سے دور کر دیا اور اس کا ساتھ نہیں دے پاتے، ایک شاعر نے اس کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا   اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا(۷۴)۔

☆ تیز ترین میڈیا اور بین المذاہب ہم آہنگی

اس جدید دور اور Global village میں ذمہ دارانہ رویہ اپنانے کی ضرورت ہے کیونکہ روز روز دنیائے عالم کی مختلف اطراف میں نئے نئے واقعات اور حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اگر دنیا کے بڑے، ذمہ دار اور اہم شخصیات اور مذہبی سکالر و لیڈر ذمہ داری کا احساس کریں اور ایسے واقعات کو اس تیز ترین میڈیا کے ذریعے مثبت انداز میں پیش کرا کے دنیائے انسانیت کی بہتر راہنمائی کا فریضہ ادا کریں تو بہت سے مشتعل ذہنوں کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے اور امن وسلامتی اور آشتی کو پروان چڑھا سکتے ہیں ورنہ خدانہ خواستہ چہل پہل سے آراستہ دنیائے عالم (Global village) کو آگ لگنے میں دیر نہیں لگے گی۔

خبروں اور واقعات کو احساس ذمہ داری کے ساتھ پیش کرنا چاہئے ورنہ ساری خرابی اور تباہی کے ذمہ دار یہی بڑی اور ذمہ دار شخصیات ہونگی۔ اس سلسلے میں اسلام نے ایسے واقعات اور خبروں میں چھان پھٹک کی تاکید کی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يأيها الَّذِيْنَ أمنوا إن جاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فتبينوا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهالَة فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْن ﴾ (۷۵)۔

اے ایمان والو! اگر کوئی غیر معتمد شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

فقیہ اور مفسر امام ابو بکر جصاص اس مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مقتضى الاية يجاب التثبت فى خبر فاسق والنهى عن الاقدام على قبوله والعمل به الا بعد التبين والعلم بصحة خبره “(۷۶)۔

اس آیت کا مقتضیٰ (تقاضا) یہ ہے کہ فاسق کی دی ہوئی خبر کی چھان بین کرنا واجب ہے اور تحقیق و تفتیش کے بغیر نیز اس کے مدلول کی صحت کا علم حاصل کیے بغیر اس خبر کو قبول کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ممانعت ہے۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:((کَفٰی بِالْمَرْئِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ)) (۷۷)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اس کو آگے بیان کر دے۔

وفی روایۃ ابی اداؤد: ((کَفٰی بِالْمَرْئِ اِثْمًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ))(۷۸)

ایک آدمی کے گناہ کے لیے کافی ہے جو کچھ سنے اسے (بلا تحقیق) آگے پھیلائے۔

لہٰذا اگر میڈیا پر بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے صحیح اور مثبت کردار ادا کیا جائے تو دوریاں قربت میں، عداوت دوستی اور محبت میں، اور دل آزاری کو رواداری میں بدلا جا سکتا ہے، اور سلگتے ہوئے انگاروں پر ابر رحمت برسایا جا سکتا ہے، ورنہ بصورت دیگر آگ بھڑکانے میں آتشین ہتھیاروں کی موجودگی میں دیر نہیں لگے گی۔

علوم جدیدہ اور بین المذاہب ہم آہنگی

علوم جدیدہ کو مذاہب عالم کی قربت کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے اگر ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس کے ذریعے ذہنوں اور رویوں کے اندر مثبت تبدیلی لا کر راہنمائی انسانیت کا فریضہ ادا کر دیا جائے تو بعید نہیں کہ مذاہب عالم کے پیروکاروں کے اندر انس و محبت، پیار اور بھائی چارے کی فضا تخلیق کر دی جائے اور اس طرح امن عالم کو یقینی بنانا آسان ہو جائے گا کیونکہ مذہب ایک قانون ساز قوت ہے اگر علوم جدیدہ اور مذہب میں ہم آہنگی پیدا کر دی جائے تو اس کے ذریعے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے اندر ٹکراؤ اور تناؤ کی کیفیت کو دور کر دیا جائیگا اور اسی طرح انسانوں کو ضابطہ و قانون کے دائرے میں لا کر امن و سلامتی اور آشتی کو پروان چڑھایا جائیگا کیونکہ تفاہم اور تعاون کے ماحول سے امن و سلامتی بر آمد ہوتی ہے

انسانوں کے ساتھ بہترین بھلائی امن کا ماحول فراہم کرتی ہے جبکہ اس قسم کی بھلائی پر سب ادیان ومذاہب زور دیتے ہیں مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان﴾ (۷۹)

"جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو"۔

مفسر محمد کرم شاہ الازہریؒ رقمطراز ہے کہ:

"زندگی کا ایک زریں اصول سکھایا جارہا ہے کہ تمہارے آپس کے تعلقات کی بنیاد اور اقوام عالم سے تمہارے تعلقات کی اساس یہ ہونی چاہیے کہ ہر نیکی اور بھلائی کے کام میں انہیں تمہاری اعانت اور تعاون حاصل ہو اور ہر برائی اور گناہ کی تحریک میں تم ان سے الگ رہو۔ قرآن کا ہر حکم دلنواز، اس کی ہر آیت انسانیت پرور اور اس کا ہر فرمان گمراہوں کے لیے روشنی کا مینار ہے لیکن ان کی برکات کا ظہور تو تب ہو جب ان کو عملی جامہ پہنایا جائے"(۸۰)

امام ابن کثیر کا خیال ہے:

"چونکہ کفار نے اس وقت مسلمانوں کو کعبہ کی زیارت سے روک دیا تھا اور حج تک سے مسلمان محروم کر دیئے گئے تھے، اسلئے مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جن کافر قبیلوں کے راستے اسلامی مقبوضات کے قریب سے گزرتے ہیں، ان کو ہم بھی حج سے روک دیں اور زمانہ حج میں ان کے قافلوں پر چھاپے مارنے شروع کریں، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں اس خیال سے باز رکھا"(۸۱)

اسی طرح کتاب مقدس (بائبل) کا بیان ہے:

"آؤ، ان باتوں کی جستجو میں رہیں جو امن اور باہمی ترقی کا باعث ہوتی ہیں"(۸۲)

اس دنیا میں ہم کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ دوسروں کی خاطر بھی جینا اور سوچنا چاہئے اس کتاب مذکورہ میں وارد ہے:

"اصل میں ہم سب سے کوئی بھی صرف اپنے واسطے نہیں جیتا اور نہ ہی کوئی صرف اپنے واسطے مرتا ہے اگر ہم جیتے ہیں تو خدا کی خاطر جیتے ہیں اور اگر مرتے ہیں تو خداوند کی خاطر مرتے ہیں چنانچہ خواہ ہم جئیں یا مریں ہم خداوند ہی کے ہیں"(۸۳)۔

اسی تناظر میں اگر ہم خدا کی مخلوق کو علمی فائدہ پہنچا کر اس گلوبل ویلج کے بہترین اور مفید شہری بنا کر دنیا کو امن وسلامتی مہیا کریں تو اس سے بہتر اور کیا بھلائی ہو سکتی ہے جو سب دنیا والوں کے حق میں بہتر اور فائدہ مند ہے۔

خود غرضی اور تنگ نظری کسی طرح قابل ستائش نہیں بلکہ دنیا والوں کے حق میں نقصان دہ ہے۔ اس سلسلے میں کتاب مقدس (بائبل) رقمطراز ہے:

"جو خود غرض ہیں اور سچائی ترک کر کے بدی کی پیروی کرتے ہیں ان پر قہر اور غضب نازل ہو گا، ہر انسان جو بدی کرتا ہے، مصیبت اور تنگی آئے گی پہلے یہودی پھر غیر یہودی پر، لیکن ہر اس شخص کو جو نیکی کرتا ہے، جلال، عزت اور اطمینان ملے گا، پہلے یہودی کو پھر غیر یہودی کو، کیونکہ خدا کسی کی طرفداری نہیں کرتا (۸۴)۔

اور یہی پیغام قرآن کی سابقہ آیت (وتعاونوا علی البر والتقویٰ) کی ہے۔ کفر، ظلم وزیادتی اور جہالت ونادانی بستیوں کے لیے باعث ہلاکت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَضَرَبَ اللّٰه مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰه فَاَذَاقَهَا اللّٰه لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾ (۸۵)۔

اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے وہ امن واطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق بہم پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔

امام ابن کثیرؒ کہتے ہیں: اس سے مراد اہل مکہ ہیں (۸۶)۔

عصر حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت واہمیت

بین المذاہب ہم آہنگی اور سیاسی ضرورت

دنیائے عالم کے ملل واقوام مشترکہ سیاسی مفادات رکھتے ہیں، ان مفادات اور سہولیات کے حصول کے لیے بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری بہت ضروری ہے کیوکہ بین المللی معاہدات اور بین الاقوامی امن وسلامتی کا تحفظ اسی میں ہے۔

اس غرض کے لیے اسلام معاہدات کی کس قدر تاکید کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهدِ اِنَّ الْعَهدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (۸۷)

اور عہد کی پابندی کرو بے شک عہد کے بارے میں تم کو جوابدہی کرنی ہوگی۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَادِيْنَ لِمَنْ لأَعَهدَ لَه')(۸۸)اور جو وعدے کو وفا نہیں کرتا اس کا دین قابل قبول نہیں۔

اس سلسلے میں آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:

”دیکھنا، خبردار! جن لوگوں سے امن کا عہد کرلیا گیا ہے ان پر ہرگز ظلم نہ ہونے پائے۔ دیکھو، ان کی برداشت اور تحمل سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے اور ان کی رضامندی کے بغیر ان کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ پھر فرمایا: جو ایسا کریگا ((اَنَاحَجِيْجُهُ' يَوْمَ لْقِيَامَة)) میں قیامت کے دن اس کے خلاف دعویٰ کروں گا اور اس سے لڑونگا“(۸۹)۔

معاہدات کی پاسداری کے سلسلے میں ایک اور جاندار مثال یہ ہے کہ ابھی آپ ﷺ نے قریش مکہ سے شرائط طے کی ہیں لیکن ضابطہ تحریر میں نہیں لایا گیا، اسی اثناء میں ابوجندلؓ مسلمان ہوکر زنجیریں گھسیٹتے ہوئے نمودار ہوئے قریش نے کہا: ابوجندلؓ کو واپس کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری بات ٹھیک ہے ۔ابوجندلؓ چلاکر کہہ رہے ہیں مسلمانو! کیا مجھے دین کے دشمنوں کے حوالے کررہے

ہو۔اس دل گداز کیفیت میں آپ ﷺ نے فرمایا:ابو جندلؓ!آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن(لا نغدر بھم)ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے۔ابو جندل!صبر کیجیے،اللہ سے اجر کی امید رکھیے۔اللہ آپ کیلئے اور آپ جیسے دوسرے کمزوروں کے لیے مخرج نکالے گا"(۹۰)۔

اس طریقے سے جن لوگوں سے معاہدہ صلح ہو جائے،ان کی جان ومال کی حفاظت اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے اس لئے معاہد کو قتل کرنے کی آپ ﷺ نے شدید الفاظ میں وعید فرمائی ہے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ)) (۹۱) جو کوئی معاہد کو قتل کر دیتا ہے وہ جنت کی ہوا نہیں پائے گا۔

معاہدات کی اہمیت کے بارے میں اسلام اور رواداری کا مصنف رقمطراز ہے:

"جس مذہب میں عہد وعقد کی اتنی اہمیت ہو کہ وہ اپنی کتاب تشریع میں اس کے ایفاء کا ذکر کرے اور اس پر زور دے وہ کسی قیمت پر اسے تو گوارا کر ہی نہیں سکتا کہ مسلمان آپس میں تو پس عہد کریں لیکن غیر مسلموں سے جب معاملہ پڑے تو بدعہدی پر اتر آئیں۔جس مذہب کا خدا رب المسلمین نہ بلکہ رب العالمین ہو وہ اسے کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ اس کے ماننے والے معاملات ومعاہدات میں اس کے بندوں کے درمیان مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کریں۔سچائی بہر حال سچائی ہے خواہ اس کا تعلق مسلم سے ہو یا غیر مسلم سے"(۹۲)۔

امن وسلامتی اور سیاسی مفادات کے حصول کی خاطر آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیادیں رکھ کر غیر اقوام وملل سے معاہدات کیے۔اس سے آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو جائے اور خاص کر تینوں یہودی قبائل ،بنو قینقاع،بنو قریظہ اور بنو نضیر کے ساتھ ایک معاہدہ امن طے کیا جس میں انہیں دین ومذہب اور جان ومال کی مطلق آزادی دی گئی(۹۳)۔

بھارت کے ممتاز سیاسی راہنما مسٹر ایم این رائے (۹۴) رقمطراز ہے:

"اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے دنیا کو جمہوریت کا وہ تخیل عطا کیا جس سے ساری دنیا نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ اسلام سے پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ جمہوریت کیا چیز ہے یہ داعیٔ اسلام کا احسان ہے کہ انہوں نے جمہوری نظام لانے کے بعد مظلوموں کو حکمرانوں کے مظالم سے نجات دلائی اور شہنشاہیت کے اس طلسم کو تھوڑا جسے دنیا کا کوئی مذہب توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا" (۹۵)۔

ایک اور یورپی سکالر اس بات کی گواہی یوں دیتا ہے: "محمد ﷺ کا دین جہاں پہنچا وہاں حقیقی جمہوری حکومتوں کا قیام معرض وجود میں آیا" (۹۶)۔

ایم این رائے کہتے ہیں:

"امن کو قائم کرنے کے لیے بغاوتوں کو ختم کرنا شرط اولین ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے اصولوں نے اگر عرب میں امن قائم کیا تو اسلامی افواج نے وہی نعمت ان لوگوں کو بخشی جو سمرقند سے ہسپانیہ تک اسلامی حاکمیت کے مطیع تھے۔ جونہی کوئی ملک عربوں کے قبضے میں آیا، صنعت وحرفت اور تجارت کے فروغ کے باعث اہل ملک کی اقتصادی زندگی بہت جلد بہتر ہوگئی" (۹۷)۔

برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell) رقمطراز ہے:

"عیسائیت اور اس کے علمبرداروں نے ہمیشہ اسلام اور حضرت محمد ﷺ کے خلاف باطل پروپیگنڈا جاری رکھا ہے جبکہ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ محمد ﷺ ایک عظیم انسان اور فقید المثال مذہبی رہنما تھے۔ وہ ایک ایسے دین کے بانی تھے جو بردباری، مساوات اور انصاف کی بنیادوں پر کھڑا ہے" (۹۸)۔

آپ ﷺ کی پوری زندگی، دوسری قوموں سے آپ ﷺ کے معاہدات امن وسلامتی، آپ ﷺ کے خلفاء کی سیرت اور تاریخ گواہ ہے کہ اسلام رواداری، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف وعدل کا دین ہے اور یہی آج کل کی ضرورت بھی ہے۔

ان اصول وروایات اور عقیدہ ومذہب کو اگر دنیائے عالم کے لوگ اپنالیں تو عالم انسانیت کی بقا اور سلامتی کو ممکن بنایا جاسکتا ہے ورنہ موجودہ روش اہل دنیا کو مٹانے کا سبب ہوگا کیونکہ ہر قسم کی ہلاکت خیزی اپنے عروج پر ہے۔

☆ بین المذاہب ہم آہنگی، اقتصادی و تجارتی ضرورت

دنیائے عالم کے فاصلے سمٹ کر باہم قریب ہوگئے ہیں اور ملل واقوام اور سلطنتوں کے اس عالمی قریے میں ایک دوسرے کے قریب ہونا ناگزیز اور ضروری ہے۔ اس سے انسانوں کے اقتصادی اور تجارتی ضروریات وابستہ ہیں، کوئی بھی ملک تنہا، اپنی ضرورت کو پوری کرنے کا متحمل نہیں ہے اور کاروباری، تجارتی اور صنعتی ضروریات کو پوری کرنے کیلئے اشتراک وتعاون کی ضرورت ہے جو بین المذاہب ہم آہنگی کے بغیر ممکن نظر نہیں آتا۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کی زندگی اور نمونہ عمل ہمارے لئے بہترین مثال ہے۔

یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے ہیں جبکہ آپ ﷺ کا زرہ ایک یہودی کے پاس غذائی (کھجور) ضرورت کے تحت مرہون تھی (۹۹)۔

آپ ﷺ نے امن وامان، رواداری، اور اپنے دشمنوں (مخلوق خدا) سے پیار ومحبت اور بھائی چارے کے لیے غذائی ناکہ بندی نہیں کی۔ ثمامہ بن اثال نے مکہ والوں کے ساتھ ایسا کیا تو ان کی شکایت پر آپ ﷺ نے اسے اس سے باز رکھا (۱۰۰)۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا مشہور واقعہ ہے۔ اسلامی حکومت کی طرف سے تجارتی محصول (چونگی) کے وصول کرنے کی سرحدی علاقوں پر جب تنظیم ہوئی۔ فرات کی آبی راہ پر بھی چوکی قائم ہوئی، ایک مرتبہ ایک عیسائی تاجر اسی راہ سے اپنا تجارتی مال لیکر گزر رہا تھا۔ زیاد بن حدیر، جو اس چوکی کے نگران تھے انہوں نے محصول وصول کر لیا۔ کچھ دن بعد پھر یہ عیسائی تاجر کاروبار سے فارغ ہو کر اسی راہ سے واپس ہو رہا تھا۔ زیاد بن حدیر نے اس کے مال کا پھر جائزہ لینا چاہا۔ عیسائی سوداگر نے کہا:

"میں ایک دفعہ محصول ادا کر چکا ہوں کیا آپ مجھ سے دوبارہ محصول وصول کرنا چاہتے ہیں"۔

زیاد نے کہا: "ہاں آپ جب یہاں سے گزر رہے ہیں تو محصول دینا پڑے گا"۔

دونوں میں بات بڑھ گئی۔ عیسائی سوداگر نے اپنا سامان اپنے ساتھیوں کے حوالہ کیا اور خود عمر فاروقؓ سے ملنے کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ اس لیے کہ ان دنوں حضرت عمر فاروقؓ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ عیسائی سوداگر نے حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے اپنی درخواست پیش کی۔ آپؓ نے اس کے جواب میں صرف ایک لفظ ارشاد فرمایا: (کفیت)۔ مقصد یہ تھا کہ آپ نے جو کوشش کی یہ بہت ہے۔ عیسائی تاجر اس مختصر لفظ کے سننے سے مطمئن نہ ہوا اور اپنے طور پر مایوسی کے عالم میں لوٹا۔ وہ دل میں طے کر چکا تھا کہ محصول ادا کرنا پڑے گا۔ لیکن یہی تاجر کہتا ہے کہ "جب میں فرات کی چوکی پر پہنچا تو مجھے حیرت ہوئی کہ (کتاب عمر قد سبق الیہ) زیاد بن حدیر کے پاس حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان پہنچ چکا تھا"۔

اس فرمان میں حضرت عمر فاروقؓ نے زیاد بن حدیر کو حکم دیا تھا کہ جب ایک دفعہ آپ اس تاجر کے تجارتی مال کا محصول وصول کر چکے ہیں تو دوبارہ آپ کو اس سے محصول لینے کا حق نہیں۔ عیسائی تاجر کہتا ہے کہ جب زیاد نے عمر فاروقؓ کا خط دکھایا تو میں بے چین ہو گیا اور اسی وقت زیاد کو مخاطب کر کے میں نے اعلان کر دیا:

انی اشھد اللہ انی بریء من النصرانیۃ وانی علیٰ دین الرجل الذی کتب الیک ھٰذا الکتاب (۱۰۱)

"میں اللہ جل شانہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ عیسائی مذہب سے میں کنارہ کش ہوتا ہوں اور اب اس شخص کے دین پر موجود ہوں جس نے تمہارے نام یہ مراسلہ بھیجا ہے"۔

بین المذاہب ہم آہنگی معاشرتی اور تہذیبی ضرورت

اسلام ایک اجتماعیت پسند دین ہے جو ایک دعوت اور تحریک بھی ہے جو دوسروں کا اشتراک و تعاون چاہتا ہے اور یہی اختلاط، معاشرت اور تعاون و تفاہم انسانیت کی شرف و مجد بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف اسلام میں اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا گیا ہے بلکہ ان کی عورتوں سے نکاح بھی مباح قرار دیا گیا ہے۔

اسلام دوسرے ادیان ومذاہب والوں سے لین دین اور تجارت ومعاشرت اور تہذیبی سلوک وتعامل سے منع نہیں کرتا جیسے ان کی بیمار پرسی، دعوتوں کو قبول کرنا، ان کی عبادتگاہوں کا احترام، مذہبی شخصیات کی توقیر، ان سے ہدایا وتحائف کا تبادلہ اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ۔ ان کی زبانوں کا سیکھنا انہی تہذیبی ضرورتوں کے پیش نظر جائز ومباح اور مستحسن ہے، ہنر مند افراد کا تبادلہ انہی معاشرتی ضرورتوں کا حصہ ہے، آفات وحوادث میں باہم مدد کرنا اور تعاون کا ہاتھ بڑھانا اسی تہذیبی ضرورت وہم آہنگی اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لوازمات میں سے ہیں اور پیغمبر اسلام اور امن وسلامتی کے منارئہ نور نے خود اس کی تعلیم وترغیب دی ہے۔ نہ صرف اپنے جانی دشمنوں اہل مکہ سے قحط سالی دور کرنے کی دعا کی (۱۰۲) بلکہ عملی طور پر ان کی مدد بھی کی (۱۰۳)۔

یہ سب کچھ بین المذاہب ہم آہنگی، رواداری اور امن وسلامتی کے لیے بنیادی اقدامات، بہترین سنگ میل اور نشانات راہ بھی ہیں۔ ان جیسے زندہ اور عملی اقدامات وروایات سے نہ صرف اس Global Village کو پر امن بقائے باہمی اور ہمدردی وخیر خواہی کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے بلکہ حقوق انسانی کی پاسداری کا بہترین وسیلہ بھی ہے۔

علاوہ ازیں بین الاقوامی تہذیبی ومعاشرتی تعلقات کی استواری میں مدد وتعاون، مساوات انسانی اور عالمی عدل وانصاف کے قیام کا سبب، مکالمہ بین المذاہب اور بین المللی آفات وحوادث میں دست تعاون بڑھانے کا ذریعہ بھی ہے۔

یہ وہ تمام اقدامات ہیں جس سے بین المذاہب ہم آہنگی کو پروان چڑھایا جاسکے گا جو بین الاقوامی امن وسلامتی اور آشتی کے لیے بہترین پیش خیمہ ثابت ہوگا (ان شاء اللہ)۔

حواشی وحوالہ جات

1 ۔ وارث سرہندی، ایم اے، علمی اردو لغت (جامع) / ۱۵۹۱، علمی کتب خانہ لاہور، ۱۹۸۳۔

2۔ شان الحق، فرہنگ تلفظ / ۹۷۳، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ئ۔

3۔ دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ ۴ / ۲۶۷ مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ اردو بازار لاہور، ۱۹۷۴۔

John Shakespear, Urdu-English and English-Urdu Dictionary, P:-4

1869,Sang-e-Meel Publidations,Urdu Bazar,Lahor.

5۔ نقوی، سید علی رضا، ڈاکٹر، فرہنگ (جامع) / ۱۱۸۱، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۹۴ء

6۔ قاسمی، وحید الزمان، کیرانوی، قاموس الوحید / ۸۲۲-۸۲۰، ادارہ اسلامیات لاہور کراچی، ۲۰۰۱ء

7۔ مجموعہ علماء، المعجم الوسیط، ۲ / ۱۰۲۷ط، دار الدعوۃ، استانبول ترکیا، ۱۹۸۹ء۔

☆ بلیلاوی، عبد الحفیظ، ابوالفضل، مصباح اللغات / ۹۳۳، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی ۱۹۸۱ء۔

8۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، الافریقی، لسان العرب ۱۴ / ۴۱۲، دار الصادر، بیروت، لبنان، سن اشاعت ندارد۔

9۔ سورۃ آل عمران / ۶۴۔

10۔ معجم الوسیط ۱ / ۴۶۸۔

11۔ فرہنگ جامع / ۲۳۵۔

12۔ ایضاً / ۴۰۹۔

13۔ لسان العرب ۱۴ / ۴۱۱، قاموس الوحید / ۸۲۹۔

14۔ فرہنگ جامع / ۱۸۶۹۔

15۔ معجم الوسیط ۲/۱۰۵۹۔

16۔جواھر القاموس ۳/۲۹۱۵،لسان العرب ۱/۶۶۶۔

17 ۔ مسلم،ح:۲۵۷۴۔

18۔جواھر القاموس ۲/ ۳۱۴-۳۱۰، معجم الوسیط ۲/۲۹۷۔

19۔لوئیس معلوف الیسوعی، منجد فی اللغۃ /۷/۶۱۷،ناشر: دارالمشرق، بیروت، لبنان،۱۹۷۸ء ۔

20۔لسان العرب ۱/ ۶۶۶۔

21۔الحدید/ ۲۵۔

22۔ محمد حسین ہیکل، حیات محمد ﷺ / ۲۰۰،علم وعرفان پبلشرز لاہور،۱۹۹۹ء (مترجم: ابو یحییٰ، امام خان)

23۔الشوریٰ/ ۱۳۔

24۔الشنوانی، محمد محمد احمد، ڈاکٹر، الیہودیۃ بین القرآن الکریم والدراسات المعاصرہ/ ۲۸، مقالہ پوسٹ ڈاکٹریٹ، جامعہ ازہر الشریف، سن طباعت ندارد۔

25۔الصاوی، الشیخ احمد، المالکی، حاشیہ تفسیر جلالین ۴/ ۳۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، سن طباعت ندارد۔

26۔ آل عمران/ ۸۴۔

27۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید تفہیم القرآن ۱۱۴/ ۱تا۱۱۶، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۴ ،۲۰۰۵۔

28۔البقرہ۲۵۶/۔

29۔الانعام/۱۰۹۔

30۔ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ وَمَا تُخۡفِىۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ (آل عمران /١١٨،) ان کے دل کا بغض منہ سے نکلا ہے اور جو کچھ سینوں میں چھپاتے ہیں وہ اس سے بھی شدید تر ہے۔

31۔ القلم /۴

32۔ الاحزاب /٢١، الممتحنہ /٦۔

33۔ اِنَّ خِيَارَكُمۡ اَحَاسِنُكُمۡ اَخۡلَاقًا۔ بخاری، ح:٦٠٣٥۔

34۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

35۔ سید قطب شہید، جادہ ومنزل /٣٦٥، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور، ١٩٨٢ء۔

36۔ یونس /٩٩۔

37۔ کنز العمال ١٦/ ١٢٨، مؤسستہ الرسالۃ ١٩٨٥ء۔

38۔ انبیاء /٧٣۔

39۔ بخاری، طاہر رضا، ڈاکٹر، مقالات سیرت /٣٠، ٢٠٠٦ء۔

40۔ بخاری، باب /۴٢، ح:۴٩۴۴۔ مسلم، ح:١٩٦۔

41۔ الاعراف /١٥٨۔

42۔ الانبیاء /١٠٧۔

43۔ البقرۃ /٢٠١۔ اور نبی ﷺ اپنی دعاؤں میں یہی دعا اللھم اتنا سے شروع کرتے تھے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے (مسلم، ح:٦٨۴٠)

44۔ انسان کامل /٦٨٦۔

45۔ الفرقان /١۔

46۔الزمر/۴۱۔

47۔البقرۃ/۲۵۶۔

48۔ تفہیم القرآن ۱/۱۹۶۔

49۔ تفسیر ابن کثیر ۱/۹(پارہ ۳)نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی، سن طباعت ندارد۔

50۔ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ ۳/۱۷۵، دارالصادر بیروت ۱۹۸۰ء۔

51۔یونس/۹۹۔

52۔ تفہیم القرآن ۲/۳۱۴-۳۱۳۔

53۔الانعام/۱۰۹۔

54۔بیضاوی، عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی، الامام، ناصر الدین، ابی سعید، انوارالتنزیل واسرارالتاویل، المعروف بتفسیر البیضاوی /۱۸۷، دار فراس للنشر والتوزیع، سن طباعت ندارد۔

55۔ معارف القرآن ۳/۴۱۷، تفہیم القرآن ۱/۵۷۱، ضیاء القرآن ۱/۵۹۰۔

56۔النحل/۱۲۵۔

57۔الغاشیۃ/۲۲۔

58۔الزمر/۴۱۔

59۔الانفال/۶۱۔

60۔البقرہ/۶۰۔

61۔الاعراف/۶۶۔

62۔سید مودودی،ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی /۲۹۶۔

63۔النساء/۱۲۸۔

64۔ترمذی،ح:۲۶۲۷۔مسلم،ح:۱۶۳-۱۶۱۔بخاری،ح:۱۰۔

65۔وحید الزمان خان،دین انسانیت اسلام کا فکری اور عملی اور تاریخی مطالعہ /۳۱۸-۳۱۴،فضلی سنز کراچی۔

66۔حلف الفضول: زمانہ جاہلیت میں یہ وہ اخلاقی اور امن وسلامتی کا معاہدہ تھا اس معاہدے میں آپ ﷺ بنفس نفیس شامل تھے ۔ اور آپ ﷺ کو اس قدر پسند تھا کہ زمانہ اسلام میں آپ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معاہدہ کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو بھی میں نہ لیتا اور آج اس قسم کا کوئی معاہدہ ہو تو میں شرکت کے لیے تیار ہوں۔
(مستدرک حاکم ۲/ ۲۲۰،ابن الجوزی،وقاص /۷ ۱۳،۱۳۸، سہیلی ۱/ ۹۲،ابن
ہشام ۱/ ۸۶،ابن
بیب، محبر /۱۶۷، محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام /۶۶-۶۴)
67۔ مستدرک حاکم ۱/ ۴۵۸،تاریخ اسلام،شاہ معین الدین احمد ندوی ۱/ ۳۵،ابن
ہشام ۱/ ۲۱۹،مختصر سیرت الرسول / ۵۲،الرحیق المختوم / ۹۲ ۔

68۔**میثاق مدینہ**: یہ دنیا کا وہ پہلا ۵۲ دفعات پر مشتمل دستور ہے جو تحریری شکل میں محفوظ ہے جس سے مدینہ کی حدود میں رہنے والے دیگر مذاہب کے باشندوں کے سیاسی،معاشرتی، قانونی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کیا گیا تھا۔ ابن ہشام ۱/ ۵۵۴،عہد نبوی کی حکمرانی /۶۷،پیغمبر اسلام / ۲۰۴،الرحیق المختوم /۲۶۸،تاریخ اسلام ندوی /۴۹ ۔

69۔ **صلح حدیبیہ**: یہ امن وآشتی اور صلح وسلامتی کا وہ تاریخی معاہدہ تھا جو آپ ﷺ نے اپنے عزیز ترین ساتھیوں کی ناخوشی کے باوجود اپنے برسرِ پیکار جانی دشمنوں (اہل مکہ) سے طے

کیا تھا۔ دشمنوں کی یک طرفہ بہت سی شرائط کو مان کر بہر صورت امن وامان کا پھریرا بلند کیا تھا جسے قرآن مجید نے فتح مبین سے موسوم کیا تھا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھئے: سیرت ابن ہشام ۲/ ۳۷۳، مختصر سیرت الرسول / ۴۷۹، الرحیق المختوم / ۴۷۲، فتح الباری ۷/ ۴۳۹، پیغمبر امن / ۹۵، تاریخ اسلام ندوی ۱/ ۹۵، پیارے نبی ﷺ کے معاہدات / ۹۳)۔

70۔ قریظہ کا مطلب ہے کیکر کی چھال۔ اس بناء پر معروف سکالر محمد حمید اللہ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ شائد یہ قبیلہ کھالیں رنگنے، جوتے بنانے والوں اور کھالوں کی تجارت کرنے والوں پر مشتمل تھا۔ یہ یہود کا وہ قبیلہ تھا جو نبی ﷺ کے ساتھ دفاع مدینہ کے معاہدے میں شریک تھا، کئی دفعہ نبی ﷺ کو شہید کرنے اور سازشوں میں شریک رہے لیکن آپ ﷺ نے چشم پوشی کی آخر کار جنگ احزاب میں ناکامی کے بعد آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا لیکن معذرت اور صلح کے بجائے انہوں نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں بالآخر تنگ آکر انہوں نے سعد بن معاذؓ کو اپنا حَکَم وثالث مقرر کر دیا جس نے تورات کے مطابق ان کا فیصلہ کر دیا۔

(ندوی، تاریخ اسلام ۱/ ۶۴، پیغمبر اسلام / ۲۰۲، انسان کامل / ۶۷، خالد علوی۔ ابن ہشام ۳، ۴/ ۲۴۴۔

71۔ **فتح مکہ**: ۸ ہجری میں پیش آیا۔ آپ ﷺ کو جس سرزمین سے ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا آج فاتحانہ انداز وحیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ پر ظلم وستم ڈھانے والے جانی دشمن سرنگوں ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ بے بسی اور ندامت کے انداز میں بولے: تو شریف بھائی اور شریف بھائی کا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: آج تم پر کوئی گرفت نہیں جائو تم آزاد ہو۔ یہ ہے پیغمبر امن وسلامتی کی شان کریمی وعفو درگزر اور رواداری وہمدردی۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے: ابن ہشام ۴/ ۵۵، انسان کامل / ۷۹، سید انسانیت / ۱۷۰۔

72۔وفد نجران: آپ ﷺ نے اہل نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ امن وسلامتی طے فرمایا تھااس کے مطابق اس کی عبارت کچھ یوں ہے: نجران کے سلسلے میں،حاضر اور غیر حاضر تمام افراد کو ان کے اہل خانہ کو،عبادت گاہوں کو، تھوڑی یا بہت جو چیزیں بھی ان کے قبضہ میں ہیں سب کے سلسلے میں ،اللہ کی نگہبانی اور محمد نبی ﷺ اللہ کے رسول کی ذمہ داری حاصل ہوئی۔کوئی مذہبی اسقف اور راہب اپنے منصب سے نہیں ہٹایا جائیگا۔وہ اپنے مذہبی عہدہ دار خود متعین کریں گے ،ان کی عبادت گاہیں مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی طرح قابل احترام ہیں"۔اس معاہدے کو دیکھ کر سر میور جیسا متعصب شخص بھی آپ ﷺ کی رواداری ،فراخ دلی اور بقائے باہمی کی پالیسی کی تعریف وتوصیف کیے بغیر نہ رہ سکا۔کہتا ہے:"پیغمبر نے بشپوں،پادریوں اور راہبوں کو یہ تحریر دی کہ ان کے گرجائوں اور خانقاہوں میں ہر چھوٹی بڑی جیسی چیز تھی ویسی ہی بر قرار رہے گی ۔خدا کے رسول نے یہ عہد کیا کہ کوئی بشپ اپنے عہدے سے اور نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور نہ کوئی پادری اپنے منصب سے برطرف کیا جائے گا ،اور نہ ان کے اختیارات ، حقوق اور معمول میں کسی قسم کا تغیر کیا جائیگا،جب وہ امن وصلح اور سچائی کے ساتھ رہیں ،ان پر جبر وتعدی نہ کی جائے،نہ وہ کسی پر جبر وتعدی کریں"۔

تفصیلات کے لیے دیکھئے:ابو یوسف، کتاب الخراج /۷۸،ابو عبید، کتاب الاموال / ۲۴۵،طبقات بن سعد ۱ / ۲ /۱۷۲، شبلی، سیرت النبی ۱ / ۲۹۸،پیارے نبی کے معاہدات / ۱۶۸، نجات اللہ صدیقی ،اسلام کا نظام محاصل / ۲ / ۲۷،مکتبہ چراغ راہ، کراچی ۱۹۶۶ ء ،

life of Mohammad P:158 بحوالہ (باغپتی، متین طارق،اسلام اور رواداری / ۵۸)۔

73۔محمد عامر طاسین،ڈاکٹر،مقالات سیرت / ۲۰۰۸،۸۳ ء ۔

74۔اشرفی، محمد طاہر محمود، حافظ ،رواداری، سیرت طیبہ کی روشنی میں / ۳۵،عمر پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۰ ء

75۔الحجرات / ٦۔

76۔الجصاص،احمد بن علی،امام ابو بکر الرازی،احکام القرآن /۲۷۸،داراحیاء التراث العربی ،بیروت لبنان،۱۹۹۲ئ۔احمد عبد الرحمان البنا،فتح الربانی لترتیب مسند الشیبانی ۱۷،۱۸ /۲۸۳۔

77۔ مسلم،ح:۷۔

78۔ابو داؤد،ح:۴۹۹۲۔

79۔المائدہ /۲۔

80۔ضیاء القرآن ۱ /۴۳۷،۴۳۸۔

81۔ تفسیر ابن کثیر ۱ /۳۸،پارہ:۶، تفہیم القرآن مختصر حواشی /۱۹۶۔

82۔رومیوں:۱۴:۲۰۔

83۔ایضاً:۹-۱۴:۸۔

84۔رومیوں:۱۱-۹:۲۔

85۔النحل /۱۱۲۔

86۔ تفسیر ابن کثیر، آیت مذکور،السعدی،عبد الرحمان بن ناصر،تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان /۴۰۲،مؤسسۃ الرسالۃ،۱۹۹۶ء ۔

87۔الاسراء /۳۴۔

88۔ بیہقی،شعب الایمان ۴ /۷۸،ح:۴۳۵۴،مکتبہ دارالباز،مکہ مکرمہ ۱۹۹۰ء ۔

89۔الا من ظلم معاھدا او انتقصہ اوکلفہ فوق طاقتہ او اخذ منہ شیئا بغیر طیب نفس فانا حجیجہ یوم القیامۃ۔سنن ابی دائود ۳ /۱۳۶،ح:۳۰۵۶،ابو دائود سلیمان بن الاشعث السجستانی ،الناشر:دارالکتاب العربی،بیروت،عدد الاجزاء:۴۔احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ ابو بکر البیہقی،سنن البیہقی الکبریٰ،ح:۱۸۵۱۱،الناشر:مکتبہ دارالباز، مکۃ المکرمۃ،۱۹۹۴ء ۔

90۔ سیرت ابن ہشام ۳/ ۳۳۳-۳۳۲۔

91۔ بخاری، ح: ۶۹۱۴۔

92۔ رئیس احمد جعفری، اسلام اور رواداری/ ۱۹۹۵، ۱۸۰ء۔

93۔ سیرت ابن ہشام ا/ ۵۶۱-۵۵۴، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی/ ۷۶، الرحیق المختوم/ ۲۵۶، پیغمبر امن/ ۹۱۔

94۔ رائے ۱۹ ویں صدی کے آخر میں گزرا ہے جو بنگال کے ایک غریب خاندان کا چشم وچراغ تھا، وہ لینن کا ہمعصر اور تحریک آزادیٔ ہند کا پرجوش کارکن تھا، موصوف کی مشہور کتاب "اسلام کا تاریخی کارنامہ" ہے (کتاب مذکور/ ۳)۔

95۔ رواداری (بحوالہ: دین ودنیا، دہلی ۱۹۵۶ء) / ۴۵۔

96۔ ایضاً بحوالہ Christianity ,Islam and the negro race۔

97۔ ایم این رائے، اسلام کا تاریخی کارنامہ/ ۲۶، ۲۷، (ترجمہ: علی امام، ایم اے) ناشر: ہندوستانی لٹریچر کمپنی فلیمنگ روڈ لاہور، سن طباعت ندارد۔

98۔ رواداری/ ۴۴، (بحوالہ Whay I am not christian)

99۔ بخاری، ح: ۲۵۰۹، ۲۵۱۳۔

100۔ سیرت ابن ہشام ۴/ ۲۸۸۔ (اس کا قصہ ابن ہشام میں بالاختصار یہ ہے کہ صحابہ کے ایک سریہ نے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرکے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھا اور آخر کار رہا کر دیا۔ اس نے بقیع میں جاکر غسل کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد عازم عمرہ ہوا اور تلبیہ پڑھتے ہوئے حرم مکی میں وارد ہوا تو قریش نے اس سے زیادتی کرتے ہوئے قتل کرنا چاہا لیکن پھر اپنے یمامہ سے گندم کی درآمد گی کا خیال آیا اور چھوڑ

دیا۔اس سلسلے میں ثمامہ نے کہا:اس کے بعد تمہارے اس شہر میں یمامہ سے گندم درآمد نہیں ہو گا۔ آپؐ نے گندم کی ترسیل روک دی۔غذائی کمی کے سبب قحط وافلاس پیدا ہوا تو قریش نے آپ ﷺ کو شکایت کر کے لکھا:انک تامر بصلہ الرحم وانک قطعت ارحامنا،وقد قتلت الاباء بالسیف،والابناء بالجوع،فکتب رسول اللہ الیہ یخلی بینھم وبین الحمل۔بہر حال آپ ﷺ کے ارشاد پر ثمامہ نے گندم کی ترسیل جاری کر دی۔دیکھیے ابن ہشام ۲/۲۸۸)حالانکہ یہ وہ جانی دشمن تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو مع اپنے ساتھیوں شعب ابی طالب میں تین برس تک محصور رکھااور غلے کاایک دانہ پہنچنے کے بھی روادار نہ تھے(سیرت النبی ﷺ،شبلی ۱/۴۴۵۔

102۔فکرونظر/۴۲،۴۱۔بحوالہ کتاب الخراج/۲۱۔

103۔ابن ہشام،سیرت النبی/۳۰۰۔قصہ مختصر یہ کہ جب قریش کے ظلم وستم نے نبی رحمت ﷺ کو انتہائی پریشان کیاتو دعائے نبوی کی استجابت سے ابر رحمت کاسایہ ان کے سر سے اٹھایا گیااور مکہ میں سخت قحط پڑا کہ لوگ ہڈی اور مردار کھانے لگے۔ابوسفیان نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ محمد ﷺ! تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے خدا سے دعا کرو کہ مصیبت دور ہو۔آپ ﷺ نے بلا عذر فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور خدا نے اس مصیبت سے ان کو نجات دی(بخاری،ح:۴۸۲۱،سیرت النبی،شبلی ۱/۴۴۵۔

104 ۔رحمۃ للعالمین ۱/۲۶۵۔(جب اہل مکہ قحط کا شکار ہوئے تو آپ ﷺ نے مدینے سے پانچ سو درہم بھیجے اور قاصد کو حکم دیا کہ یہ درہم ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کو دے دیئے جائیں تاکہ وہ انہیں مکہ مکرمہ کے تاجروں میں بانٹ دیں۔حمید اللہ ڈاکٹر،مقالات سیرت /۲۰۰۸،۵۵۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆